شوکتِ عُثمانیہ

نگرانی و انصرام

ڈاکٹر محمد رحیم الدین انصاری

صدر تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈمی

ناشرانہ اہتمام تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈمی حیدرآباد، انڈیا

شوکتِ عثمانیہ

نگرانی و انصرام

ڈاکٹر محمد رحیم الدین انصاری

صدر تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈمی

ناشر، باہتمام تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈمی حیدرآباد، انڈیا

نگرانی و انصرام

ڈاکٹر محمد رحیم الدین انصاری

صدر تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈمی

ناشرانہ اہتمام **تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈمی** حیدرآباد، انڈیا

فہرست

صفحہ	عنوان	نثر کار
13	ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں	ڈاکٹر محمد رحیم الدین انصاری صدر اردو اکیڈمی، تلنگانہ اسٹیٹ
17	حیدرآباد سے حیدرآباد تک	علامہ اعجاز فرخ
69	میر عثمان علی خاں کی شخصیت' اخلاق و عادات	طیبہ بیگم
93	حیدرآباد تصویروں کے آئینے میں	تصاویر
105	جامعہ عثمانیہ کا پس منظر	پروفیسر بیگ احساس سابق صدر شعبہ اردو، جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی آف حیدرآباد
110	تذکرہ عثمانیہ یونیورسٹی	پروفیسر محمد سلیمان صدیقی سابق وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد
114	دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ	بدر شکیب
122	آصف سابع کے فرامین و دستاویزات کا انداز بیان	غوثیہ بانو
126	فرامین	آصف سابع نواب میر عثمان علیخان
142	عہد آصف سابع میں حیدرآباد کی تہذیب	پروفیسر سید فضل اللہ مکرم شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد
165	حیدرآباد کے زیورات	تصاویر
173	عہد آصف سابع میں حیدرآباد کی تہذیب	ڈاکٹر حمیرہ سعید
178	ساتویں نظام کے دور میں حیدرآباد سے لاسلکی نشریات کا آغاز	پروفیسر مجید بیدار سابق صدر شعبہ اردو، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
195	مملکتِ آصفیہ، حیدرآباد دکن میں سائنسی ترقی	ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری (شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، رائے چوٹی)
201	غیر مسلم تنظیموں کو آصف سابع کی اعانت اور رواداری	ڈاکٹر جاں نثار معین
229	سابق حیدرآباد ہندو مسلم روایات کا امین	ڈاکٹر شیلا راج
241	آصف جاہی حکمرانوں کی رواداری (ڈاکٹر شیلا راج کے حوالے سے)	ڈاکٹر محمد عبدالعزیز سہیل، معلم اردو، حیدرآباد
246	میر عثمان علی خاں کے عہد حکومت میں خواتین کی تعلیم و ترقی	ڈاکٹر آمنہ تحسین (شعبہ تعلیم نسواں، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)
253	نواب میر عثمان علی خان سلطنتِ عثمانیہ کی تعلیم و ترقی کے اہم معمار	ڈاکٹر رضوانہ بیگم (اسسٹنٹ پروفیسر (عثمانیہ)
259	عہد آصف سابع میں اُردو کا فروغ	ڈاکٹر مُعید جاوید صدر شعبہ اُردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

صفحہ	عنوان	نثر نگار
263	عہد عثمانی کا اردو ادب	پروفیسر محمد علی اثر
273	عہد آصفیہ میں عدالتی نظام	محمد وصی الدین
283	نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع کی شاعری ایک مطالعہ	پروفیسر فاطمہ بیگم پروین سابق صدر شعبہ اردو [illegible]
298	آصف جاہ سابع اور عہد آصفیہ کی شعری روایات	ڈاکٹر محمد شجاعت علی راشد
311	حیدرآباد کے دیوار و در، در و دیوار	تصاویر
344	عہد آصفیہ میں اردو صحافت	پروفیسر نسیم الدین فریس صدر شعبہ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
362	مہاراجا سر کشن پرشاد کی شخصیت اور سیرت	ڈاکٹر سید داؤد اشرف
367	سفر شاہانہ دہلی و رامپور و لکھنو	ڈاکٹر عقیل ہاشمی سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی
384	نظام سابع میر عثمان علی خان بہادر کی تعمیراتی اور علمی خدمات	محمد ارشد مبین زبیری
390	حیدرآباد حصار رنگ میں	تصاویر
398	عہد آصفیہ کے منتخب اردو شعراء	ڈاکٹر حکیم رئیس فاطمہ
425	عہد عثمانی کا ایک اہم علمی ادبی اور تہذیبی ادارہ ادارۂ ادبیات اردو	ڈاکٹر نشاط احمد (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف حیدرآباد)
435	نظامس ٹرسٹ اردو لائبریری ایک نظر میں	صابر علی سیوانی
439	میر عثمان علی خان نظام آصف سابع کے وزراء، عہدیداراں امراء	نسیمہ تراب الحسن
443	عہد آصفی میں خواتین دکن کا شعری و نثری ادب	ثریا جبین
451	حیدرآباد کی چند نادر تصاویر	تصاویر

ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری
شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، رائے چوٹی

مملکتِ آصفیہ، حیدرآباد دکن میں سائنسی ترقی

علم و فن اور سائنسی ترقی دراصل انسان کے مزاج میں شامل ہے، جو تجسس اور غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ اسی جذبۂ تفکر و تجسس نے بنی نوعِ انسان کو ابتدائے آفرینش ہی سے دنیا میں مختلف اشیاء کی کھوج، تلاش، دریافت اور جستجو میں مصروف رکھا، جس کے نتیجہ میں اکتشافات و انکشافات اور دریافت و ایجادات کا سلسلہ معرضِ وجود میں آیا۔ ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا گیا اور آسائشوں اور سہولتوں کی راہیں دریافت کی گئیں۔

ترقی، خوش حالی اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے سلاطینِ مملکتِ آصفیہ، حیدرآباد دکن نے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ فلاحی و رفاہی کاموں کے سلسلے میں ان کی ایک مستقل شاندار تاریخ ہے، جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

آصفجاہی سلاطین نے اپنی ریاست میں تعلیم کو اہمیت دی اور تعلیم گاہیں قائم کی گئیں۔ اسکولوں کا نظم کیا گیا اور مکتب قائم کیے گئے۔ خاص طور پر آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خان کے عہد میں ریاست حیدرآباد میں سرکاری اسکولوں اور کالجوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ریاست کی جانب سے تعلیم کا مفت انتظام، سلاطینِ دکن اور مملکتِ آصفیہ کی علم دوستی اور تعلیمی سرپرستی کی روشن دلیل ہے۔

اسی طرح آصف جاہ سابع سلطان العلوم حضورِ نظام اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان کے عہد میں جامعہ عثمانیہ کا قیام ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے، جس کی نظیر مفقود ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے تحت دار الترجمہ اور دائرۃ المعارف العثمانیہ کا قیام بھی نظامِ دکن کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

رعایا پرور دور اندیش حکمرانوں کے عہد میں مملکتِ آصفیہ میں سائنس کی ترقی کے لیے راہیں ہموار ہوئیں۔ سائنسی تحقیقات اور سائنسی ایجادات کے لیے مملکت اور حکومت کی جانب سے بھرپور سرپرستی بھی کی گئی۔ بلاشبہ مؤرخ اس بات کو تسلیم کرنے میں پس و پیش نہیں کرنے گا کہ مملکتِ آصفیہ میں سائنس و ٹکنالوجی کے فروغ کے لیے خرچ کرنے میں کبھی کوئی دریغ اور کسی قسم کا تامل نہیں کیا گیا بلکہ ہمیشہ فراخ دلی و فیاضی کے ساتھ سرپرستی کی گئی۔ کلوروفارم کی ایجاد اور ملیریا کے جراثیم کی دریافت کے لیے خزانۂ عامرہ سے نہ صرف مالی امداد جاری کی گئی بلکہ کماحقہٗ ہمت افزائی بھی کی گئی۔ اسی طرح فلکیات و نجوم کے میدان میں تحقیقات و اکتشافات کے لیے رصدگاہِ نظامیہ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ حیدرآباد کی اس رصدگاہِ نظامیہ کی تحقیقات آج بھی دنیا بھر میں اہمیت کی حامل ہیں۔ عالمی پیمانے پر ماہرین فلکیات کے یہاں اس رصدگاہ کی تحقیقات و مشاہدات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

جراحت (آپریشن) کے دوران مریض کو بے ہوش کرنے کا رواج نہیں تھا جس کی وجہ سے مریض کو سخت تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ ان حالات میں کلوروفارم کمیشن کا قیام اور اس کی ایجاد ایک بہت بڑی کامیابی تھی جس کا سہرا مملکت آصفیہ کے سر ہے۔ آصف جاہ سادس نواب میر عثمان علی خان کے عہد میں جب کلوروفام کی ایجاد ہوئی تو وہ اس وقت کے

لحاظ سے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ برطانوی میڈیکل کمیشن نے خاص طور پر حضور نظام کی خدمت میں جذبات احسان مندی کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب تجربات کیے جا رہے تھے اور جانوروں پر تجربات ہو چکے تو ایک مرتبہ انہوں نے خود اپنے آپ کو تجربہ کے لیے پیش کر دیا۔ لیکن کمیشن نے ان کی یہ تجویز مسترد کر دی۔ اس کے علاوہ تجربات کے دوران خود نظام بھی شریک رہے اور انہوں نے کلوروفارم کے استعمال کا معائنہ کیا۔ اس طرح کلوروفارم کمیشن کے مختلف مراحل راست حضور نظام کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

کلوروفام کی ایجاد کے علاوہ ملیریا کے جراثیم کی دریافت بھی ایک بڑا کارنامہ ہے۔ 1897 میں ملیریا کے مچھر انافیلس کی دریافت مملکت آصفیہ میں ہوئی۔ یہ حیرت انگیز انکشاف سکندر آباد میں ڈاکٹر رونالڈ راس نے کیا تھا۔

مشہور ادیب و مؤرخ حضرت علامہ اعجاز فرخ صاحب قبلہ نے ''کلوروفارم'' کی ایجاد کے پس منظر کو ''مرقع حیدرآباد'' جلد اول میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

''انیسویں صدی، مغربی ممالک کی سائنسی ترقی، مشرقی ممالک کی پسماندگی، مشرقی ممالک میں ہندوستان، ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں یقیناً ان ریاستوں میں سائنسی انکشافات، تجربات، کمیشن کا قیام، سائنسدانوں کے لیے تحقیقاتی سہولتیں یہ سب کا تصور محال ہے۔ لیکن ریاست حیدرآباد ان سب سے الگ اپنی شناخت رکھتی تھی جہاں ریاست عوامی عصری سہولتوں سے لیس تھی، وہیں سائنسی اور طبی ترقی کے لیے بھی کوشاں تھی۔ 1847 سے پہلے مریض کو آپریشن سے پہلے بے ہوش کرنے کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ مریض کو ہوش میں رکھ کر ہی عمل جراحت انجام دیا جاتا تھا جس کی تکلیف ناقابلِ برداشت تھی، لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ اس کا استعمال ایڈنبرا کے ڈاکٹر جیمس سمپسن نے کیا لیکن لندن کے ڈاکٹروں نے اس طریقہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اس سے مریض کا قلب متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ دوسری طرف ایڈنبرا کے ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اس کا تعلق تنفسی نظام سے ہے۔ قلب سے کوئی تعلق نہیں۔''

''1885 میں ایڈنبرا کے ایک سرجن لاری کا تقرر حیدرآباد میڈیکل کالج کے پرنسپل اور میر محبوب علی خان کے شخصی معالج کے طور پر ہوا۔ لاری نے انسانیت کو جراحی کے دوران درد سے نجات دلانے کے نام پر میر محبوب علی خان سے گزارش کی کہ وہ اس سلسلے میں اپنے گراں بہا عطیہ سے عالم انسانیت کے لیے اقدام کریں۔ میر محبوب علی خان نے ایک چار رکنی کمیشن قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تاکہ تجربات کیے جا سکیں۔ اس کمیشن نے مختلف جانوروں پر متعدد تجربات کیے اور اپنے کامیاب نتائج کا اعلان کر دیا۔ برطانوی میڈیکل ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والے طبی بلیٹنLANCET نے لاری کے تجربات کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ تجربات کی تعداد ناکافی ہے۔ لاری نے دوبارہ آصف سابع سے درخواست کی کہ وہ مالی امداد دیں تاکہ ایک اور کمیشن قائم کیا جائے۔ محبوب علی خان نے ایک ہزار اسٹرلنگ پونڈ کے گراں قدر عطیہ سے دوبارہ تجربات کی اجازت دی۔ اس دفعہ برطانیہ کا مشہور ڈاکٹرT.L.BRUNTON خود اس کمیشن میں شامل تھا۔ کمیشن نے 600 مختلف جانوروں پر کامیاب تجربات کیے۔ بالآخر انسان پر اس تجربہ کو آزمانے کا مرحلہ آیا تو میر محبوب علی خان نے خود کو اس تجربہ کے لیے پیش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کمیشن نے اس کی اس پیشکش کو قبول نہیں کیا۔ 29 نومبر 1889 کو آصف سادس نے بنفس نفیس گھوڑے پر کلوروفارم کے استعمال کا معائنہ کیا۔ اور بالآخر دوسرے کمیشن نے توثیق کر دی کہ لاری کی تحقیقات درست ثابت ہوئیں اور پہلے کمیشن کی رپورٹ قابل عمل ہے۔ 21 جون 1890 کو برطانوی میڈیکل ایسوسی ایشن نے اپنے جریدےLANCET میں میر محبوب علی خان کو طبی دنیا میں ایک نئے انقلاب کی سعی پر اپنے جذبۂ احسان مندی کا اظہار کیا کہ طبی دنیا ہمیشہ ان کی رہین منت رہے گی۔''

"جستجو اور کھوج ہمیشہ سے فطرت انسانی کا خاصہ رہی ہے۔ انسانی فلاح و بہبود کے لیے جن افراد نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انیسویں صدی کے وسط میں فرانسیسی نژاد لوئی پاسچر نے جرثومہ کی دریافت کی۔ ایک جرمن ماہر طب رابرٹ کوچ نے یہ تحقیق کی کہ کونسا جرثومہ کس مرض کا باعث بنتا ہے۔ ایک اور الجیریا کے ڈاکٹر لاویران نے یہ عقدہ کشائی کی کہ ملیریا جس سے زرد بخار کہا جاتا تھا، مچھر کی وجہ سے پھیلتا ہے۔ ایک اور فرانسیسی سائنسدان Dr.Beauperthuy نے اس تحقیق کو ترقی دی۔ لیکن یہ سب فرادہ فرادہ نتائج تھے اور ایک دوسرے سے مربوط نہیں تھے۔ اس وقت ملیریا دنیا بھر کے لیے عذاب جاں تھا۔"

"یہ مہم اس شخص نے سر کی، جو ایک شاعر تھا، ایک ناول نگار تھا، ایک موسیقار تھا، ایک ماہر ریاضی تھا اور سب سے آخر میں سائنسدان تھا۔ لیکن اس کی شخصیت کا یہی کمزور پہلو اس کا نام روشن کر گیا۔ وہ شخص رونالڈ راس تھا۔ المورہ کا نوجوان ڈاکٹر جس کی تعیناتی سکندرآباد ہوئی تھی، رونالڈ راس نے دنیا بھر کے بکھرے ہوئے تجربات کو یکجا کیا اور ان کی روشنی میں یہ تحقیق سامنے آئی کہ ملیریا کے PARASITE مچھر میں پائے جاتے ہیں، جو وہ ایک مریض سے دوسرے مریض میں منتقل کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی دریافت کیا کہ سارے ہی مچھر ملیریا نہیں پھیلاتے۔ بلکہ ان کی ایک مخصوص قسم انافلیس ملیریا کے پھیلانے کا باعث ہے اور اس متعدی مرض کے پھیلاؤ میں نر مچھر کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف مادہ مچھر کی کارستانی ہے جس نے یہ سارا ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے۔ ملیریا کے تعلق سے یہ حیرت انگیز انکشاف کسی اور سرزمین پر نہیں ہوا بلکہ 20 اگست 1897 کو سکندرآباد میں یہ کارنمایاں انجام پایا۔"

(مرقع حیدرآباد، جلد اول، ص: 197، 198)

رصدگاہ نظامیہ:

رصدگاہ نظامیہ، حیدرآباد دکن میں 1907ء میں قائم کی گئی۔ یہ ہندوستان کی دوسری بڑی رصدگاہ تھی۔ نواب ظفر یار جنگ بہادر جو آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خان کے وزیر دفاع تھے، اپنے سفر انگلستان سے واپس لوٹے تو علم فلکیات میں دلچسپی کے ساتھ ایک Grubb Refracting ٹیلی اسکوپ اور پندرہ انچ کا ایک ڈیامیٹر اور آٹھ انچ کا ایک Cooke رصدگاہی کیمرہ لے کر اس ارادے کے ساتھ حیدرآباد لوٹے کہ یہاں حیدرآباد میں ایک رصدگاہ قائم کریں۔ ابتدائی طور پر انہوں نے اپنی جاگیر پھسل بنڈہ میں ایک رصدگاہ قائم کی جو پہلی رصدگاہ تھی۔

اس کے بعد نواب ظفر یار جنگ بہادر نے سرکاری سرپرستی میں باضابطہ رصدگاہ کے قیام کے لیے سرکار عالی سے اجازت حاصل کی۔ انہوں نے حضور نظام اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع کی خدمت میں اپنے ایک مکتوب میں لکھا کہ جب اس رصدگاہ کی تعمیر مکمل ہو جائے تو یہ ہندوستان کی ایک عظیم رصدگاہ ثابت ہوگی اور سرکار عالی کی اجازت سے اس کا نام ہز ہائینس نظامس ابزرویٹری، رصدگاہ نظامیہ رکھا جائے گا۔ ظفر جنگ کا انتقال 1907ء میں ہو گیا لیکن ان کی تجویز کے مطابق حکومت کی جانب سے سرکاری سرپرستی میں باضابطہ رصدگاہ منظور ہوئی جس کی تعمیر بیگم پیٹ میں ہوئی اور رصدگاہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

رصدگاہ نظامیہ دنیا کی ترقی یافتہ رصدگاہوں میں سے ایک تھی۔ یہ رصدگاہ بین الاقوامی پروگرام اور عالمی پیمانے کے مطابق فلکیاتی فہرست اور کیٹلاگ کی ترتیب کی سہولتوں کے لحاظ سے تعمیر کی گئی۔ اس پروگرام کا مقصد یہ تھا کہ تمام آسمان کے ستاروں کی عالمی آسمانی درجہ بندی کے ساتھ ستاروں کی تصویر کشی کی جائے جس کے مطابق دنیا بھر میں اٹھارہ رصدگاہیں موجود تھیں۔

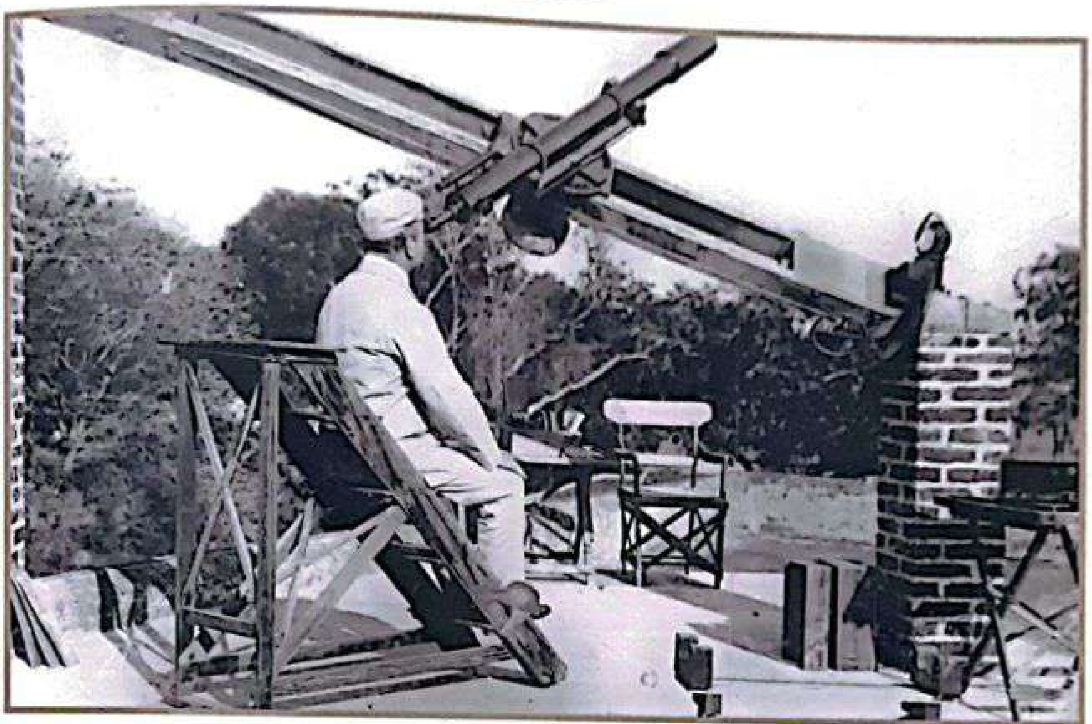

کرنل آر۔ای۔ فاکس رسدگاہ کی دوربین سے فلکیاتی نظارہ کرتے ہوئے

نظامیہ رسدگاہ میں نواب ظفر جنگ ماہرین فلکیات کے ساتھ 1904

نظامیہ رصدگاہ، حیدرآباد سے فلکیاتی مشاہدے کا عالمی مطالبہ کیا گیا۔ چیلی کے سینٹا گو ابزرویٹری کے مطابق (23 سے 17) زون نظامیہ رصدگاہ کو تفویض کیا گیا۔ بعد ازاں رصدگاہ نظامیہ کے تحت جرمنی کے پوسٹڈیم زون (39 سے 36 شمال) کے ستاروں کی تصویر کشی بھی کی گئی۔ اس دوران مارچ 1908 میں آرتھر بروبی چیٹ وڈ کو انگلینڈ سے حیدرآباد بلایا گیا اور ان کو پندرہ سو روپیہ کی خطیر تنخواہ پر نظامیہ آبزرویٹری کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ چیٹ وڈ کے دور ہی میں رصدگاہ نظامیہ کی تعمیر حیدرآباد کے بیگم پیٹ میں مکمل ہوئی اور ایسٹروگراف کی تنصیب کا کام بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ 1914ء تک چیٹ وڈ رصدگاہ نظامیہ سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد اس رصدگاہ سے ستاروں کی تصویر کشی کا کام رابرٹ جان پوکاک (پیٹ کاک) کے آنے کے بعد دوبارہ شروع ہوا۔ پوکاک نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے فلکیات کی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ آکسفورڈ کے ذی اثر پروفیسر ہربرٹ ٹرنر کے شاگرد تھے اور آکسفورڈ سے خصوصی گرانٹ پر ریاست حیدرآباد بلائے گئے تھے۔ پہلی مرتبہ 9 دسمبر 1914 کو رصدگاہ نظامیہ میں ستاروں کی قابل استعمال تصاویر حاصل کی گئیں۔ رصدگاہ نظامیہ حیدرآباد کے نتائج کی پہلی جلد 1917ء میں شائع کی گئی۔

نظامیہ رصدگاہ کے ذریعہ 1917 سے 1946 تک مجموعی طور پر ساڑھے سات لاکھ سے زائد تصاویر حاصل کی گئیں۔ کل 7,63,542 ستاروں کی تصاویر اور تفصیلات بارہ جلدوں میں شائع کی گئیں۔ اس طرح ان تمام تفصیلات کو جن میں ستاروں کی گردش اور ستاروں کی رفتار وغیرہ شامل ہیں، اس رصدگاہ کی جانب سے ماہرین فلکیات کے استعمال میں لایا گیا۔

پوکاک، رصدگاہ نظامیہ حیدرآباد کے آخری یوروپین ڈائریکٹر ثابت ہوئے، جن کے اچانک انتقال کے بعد 1918 میں راؤ صاحب بھاسکرن کا تقرر عمل میں آیا۔ بھاسکرن، انڈین نیشنل سائنس اکیڈمی INSA کے بنیادی رکن تھے۔

رصدگاہ نظامیہ کی خصوصیت یہ تھی کہ بین الاقوامی پیمانے پر ستاروں کی تعیین اور عالمی فلکیاتی فہرست (Astrographics Catalougue) کے بین الاقوامی پروگرام میں رصدگاہ نظامیہ کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ یہ پروجیکٹ انٹرنیشنل کانگریس کی جانب سے 1909 میں شروع کیا گیا اور 1920 میں ستاروں stellar bands کی تصویر کشی اور پیمائش کا کام مکمل ہوا، جس سے مستقبل میں مزید تحقیقات کی گنجائش پیدا ہوئی۔ یہ پروجیکٹ 1928 میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس پروجیکٹ میں (منفی 17 سے منفی 23 ڈگری جنوب کی جانب) Stellar Region کے ستاروں کا مشاہدہ و معائنہ کیا گیا اور اسے حیدرآباد ساؤتھ زون کا نام دیا گیا۔

مجموعی طور پر رصدگاہ نظامیہ کی جانب سے 1909 سے 1928 تک 1,260 پلیٹیں تیار کی گئیں جن میں کل 2,93,000 ستاروں کی تفصیلات موجود تھیں۔ نظامیہ رصدگاہ کی جانب سے اس فلکیاتی تحقیقی کارنامے کے علاوہ دیگر کئی تحقیقی مشاہدے بھی انجام دیئے گئے۔

1922 میں رصدگاہ میں پندرہ انچ کے بڑے کیمرے Grubb Refractor کو نصب کیا گیا جس کے ذریعہ مختلف ستاروں کے بصری مشاہدوں کے علاوہ قمری احتجابات و انخفاء کے مشاہدات بھی عمل میں لائے گئے۔

حیدرآباد کی رصدگاہ نظامیہ میں سورج کی جانب بھی التفات کیا گیا۔ سورج کی تصویر کشی کے لیے ہیل Hale کا ایجاد کردہ آلہ اسپکٹرو ہیلیو گراف Spectroheliograph کو رصدگاہ میں 1939 میں نصب کیا گیا۔

رصدگاہ کی جانب سے مختلف سماجی خدمات بھی انجام دی گئیں جن میں مقامی معیاری وقت کے لحاظ سے اردو اور انگریزی میں کیلنڈروں کا تیار کرنا بھی شامل ہے۔ نظامیہ رصدگاہ کی جانب سے ماضی میں شاندار کارکردگی کے مظاہروں،

گراں قدر تحقیقی کارناموں اور مملکت آصفیہ میں فلکیات کے میدان میں قابل لحاظ تحقیقات کے باوجود جن کی بین الاقوامی پیمانے پر ستائش کی گئی تھی، آج بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں کہ ریاست حیدرآباد نے علم و ادب اور سائنسی ترقی کے میدان میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔

برہان حسین کے مطابق برطانوی ہندوستان میں صرف دو ہی رصدگاہیں تھیں جو نینی تال اور اوٹی میں قائم کی گئی تھیں۔ ان دونوں کے علاوہ صرف رصدگاہِ نظامیہ ہی ایک ایسی رصدگاہ تھی جس کی بین الاقوامی پیمانے پر شناخت تھی۔ ابتدائی دور میں چیپ وڈ کو ماہانہ 1500 روپیہ سکہ عثمانیہ دیے جاتے تھے۔ پھر ایم آر جے پوکاک (پیٹ کاک) کا تقرر ہوا اور اس کے بعد راؤ صاحب ٹی پی بھاسکرن کے دور میں بھی رصدگاہِ نظامیہ نے ستاروں پر تحقیقات اور نجوم و فلکیات کے میدان میں مشاہدات کے گراں قدر کارہائے نمایاں انجام دیے۔ (بحوالہ: ڈسکور انڈیا سائیٹ)

1923 میں گرب ایکویٹوریل ٹیلی اسکوپ Grubb Equatorial Telescope نصب کیا گیا۔ زلزلوں کے مطالعہ اور پیمائش کے لیے ایک سیسموگراف Milne-Shaw Seismograph کی تنصیب بھی عمل میں لائی گئی پھر 1929 میں ایک اور مشین کا اضافہ بھی کیا گیا۔

1928 میں بین الاقوامی فلکیاتی یونین، پوسڈیم (جرمنی) نے رصدگاہِ نظامیہ سے درخواست کی کہ آسمان کا وہ حصہ جس کے ستاروں کا مطالعہ اور پیمائش رصدگاہ پوسڈیم کی تحویل میں تھے، انہیں رصدگاہِ نظامیہ، حیدرآباد کو تفویض کیا جاتا ہے تاکہ اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ چناں چہ اس تحقیقی کام کو حیدرآباد میں بحسن و خوبی انجام دیا گیا اور ان تحقیقات و مشاہدات کو تین جلدوں میں شائع بھی کیا گیا۔ اسی طرح ہندوستان کی برطانوی حکومت کے مشورے پر رصدگاہِ حیدرآباد کی جانب سے ایسے مفروضہ ستاروں کا تعین بھی کیا گیا، جن کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ بڑی تعداد میں مشاہدے میں آئیں گے، اس قسم کے تقریباً 200 مفروضہ ستاروں کا تعین رصدگاہِ نظامیہ کا مرہونِ منت ہے۔ علاوہ ازیں رصدگاہ کی جانب سے ریاست حیدرآباد میں بارش کی پیمائش کے ساتھ زلزلوں کا ریکارڈ بھی محفوظ رکھا جاتا تھا۔
(https://discoverindiasite.wordpress.com/2016/04/01/nizamia-observatory/)

مملکتِ آصفیہ، حیدرآباد دکن میں سائنسی ترقی ماضی کا ایک قابل فخر سرمایہ ہے۔ تاریخ میں یہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا کہ سائنس و ٹکنالوجی کے فروغ اور علوم و فنون کے ارتقاء کے لیے ریاست حیدرآباد کی جانب سے نہ صرف سرکاری سرپرستی حاصل تھی بلکہ اس سلسلے میں بادشاہِ وقت بھی ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔ ہندوستان کی دیگر حکومتوں اور ریاستوں سے قطعِ نظر مملکتِ آصفیہ و شاہانِ دکن کی شان ہی نرالی تھی۔ ان کی بے مثال رعایا پروری، عدل گستری اور علم دوستی و انسانیت نوازی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

Shoukat E Osamania

Published under the superintendence of
Dr. Mohammed Raheemuddin Ansari
President Telangana State Urdu Academy

ISBN: 9781715541705